مولانا مصلح الدین قاسمی
استاذ ادب عربی، مدرسہ شاہی، مراد آباد

موجودہ عالمی انتشار
اور اسلام کا امن آفریں پیغام

آج پورا عالم اسلام جس بدامنی و انارکی اور انتشار و لامرکزیت کا شکار ہے، تمدنی ترقیات اور معاشی سرگرمیوں کے دھارے میں جس طرح بہہ رہا ہے وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے، ہر طرف بنیاد پرستی، شدت پسندی اور جنگجویانہ سرگرمیوں کا دور دورہ ہے، پوری دنیائے انسانیت خون میں نہا رہی ہے، ہر چہار جانب خون کے فوارے چھوٹتے نظر آ رہے ہیں، قیمتی جانیں ضائع ہو رہی ہیں، ہر ایک دوسرے کے حق میں زہر قاتل بنا ہوا ہے، بغض و عناد، کینہ کپٹ، بدگمانی، بے اعتمادی، عزت و آبرو کی بے وقعتی، مردم آزاری و آدم بیزاری، عقل پر جذبات کی حکمرانی، دور اندیشی پر کوتاہ اندیشی کا غلبہ، عوامی مفاد پر ذاتی اغراض کی ترجیح، جذبات کے پیچھے بہہ جانے اور کھوکھلے نعروں کے پیچھے دیوانہ بن جانے کی عادت جیسی بیماریاں لوگوں کے دلوں میں جڑ پکڑ چکی ہیں، اور یہ ایسی بیماریاں ہیں جو بڑی سے بڑی قوم اور ملک کا خاتمہ کر دیتی اور موت کے گھاٹ اتار دیتی ہیں، اسی طرح تنگ نظری، مفاد پرستی، حد سے بڑھا ہوا احساس برتری، جذبات سے مغلوب ہو جانے، روئی کی طرح جلد آگ پکڑ لینے، اور بارود کی طرح بھک سے اڑ جانے کی صلاحیت کسی ایک میدان میں محدود اور کسی ایک فرقے کے ساتھ مخصوص نہیں رہ سکتی، نفرت و اقتدار کی بڑھی ہوئی ہوس کی آگ کو اگر جلانے کے لئے ایندھن نہ ملے تو وہ خود کو کھانے لگتی ہے۔ دورِ جاہلیت کے ایک حقیقت پسند عرب شاعر نے کہا تھا۔

النّار تأكل نفسه ۔ إن لم تجدو ما تأ كله

آگ اپنے کو کھانے لگتی ہے اگر اس کو کچھ اور کھانے کو نہ ملے۔

اور اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج پوری دنیائے انسانی ان تمام مہلک امراض میں مبتلا ہے ارو اسی کا نتیجہ ہے کہ پورے عالم میں عجیب و غریب قسم کی بحرانی کیفیت چھائی ہوئی ہے، دنیا کے کسی گوشے میں چین و سکون نظر نہیں آ رہا ہے۔

پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے، مگر اب تو دنیا ترقی کر رہی ہے، تہذیب و

تمدن اور علم کا دور دورہ ہے‘ اب تو ہونا یہ چاہیے کہ انسانوں کے مابین حائل فاصلے کم ہوتے‘ آپسی روابط و تعلقات میں اضافہ ہوتا‘ لیکن یہ سب کچھ نہیں ہورہا ہے‘ جتنا علم بڑھتا جارہا ہے انسانوں کے باہمی خلیج میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے‘ آخر ایسا کیوں ہے‘ اس کے اسباب کیا ہیں اور ان حالات میں اسلام کا امن آفریں پیغام کیا ہے؟

یہ ایک ایسا چبھتا ہوا سوال ہے جو ہر اس ہوش مند کے دل میں پیدا ہورہا ہے جسے انسانیت سے ہمدردی ہے‘ جسے رنگ‘ علاقہ‘ زبان اور قوم سے زیادہ انسانیت عزیز ہے‘ مگر اس سوال کا جواب اور اس بحرانی کیفیت کے اسباب کا پتہ قرآن و حدیث کے مطالعے سے چلے گا‘ چند اسباب درج ذیل ہیں:

۱۔ ہمارے علوم اب برائے معلومات اور حصولِ نفع رہ گئے ہیں۔ ان کے ساتھ انسانی ہمدردی اور جذبہ خدمت کا سبق ختم ہوگیا ہے۔ جبکہ اسلام میں انسانی ہمدردی اور انسانیت نوازی پر بہت زور دیا گیا ہے۔

۲۔ نشر و اشاعت کے وہ وسائل و ذرائع جو معلومات اور حصولِ تفریح کے لئے ایجاد کئے گئے تھے ان سے اب بیشتر ایسے اخلاق سوز اور حیا سوز مناظر پیش کئے جانے لگے جو محبت و الفت اور انسانیت کی جوت جگانے کے بجائے جرائم پیشہ بننے کا ذہن تیار کرنے لگے۔

۳۔ سامانِ عیش و تنعم کی نت نئی ایجادوں نے حصولِ پامال و جاہ کی ایسی حرص پیدا کردی ہے کہ انسان کے لئے انسان کی جان لینا اتنا آسان ہوگیا ہے جتنا فصل نقصان کرنیوالے کیڑے مکوڑوں کو مارنا۔

فتنہ و فساد کے ان اسباب و محرکات کی کھلی آزادی اور چھوٹ کے ساتھ اہل قلم کتنے ہی اچھے مضامین لکھیں اور حالات کا تجزیہ کریں خون و خرابے میں کوئی کمی نہیں آسکتی‘ اخلاقی فساد و بگاڑ کو دور نہیں کیا جاسکتا‘ یہ فساد و بگاڑ جب بڑھتا ہے اور اس کی فکر نہیں کی جاتی تو وہ افراد سے تجاوز کرکے جماعتی قومی اور علاقائی بنیادوں تک پھیل جاتا ہے اور پھر یہ سلسلہ بڑھتا ہوا پوری دنیا کو محیط ہوجاتا ہے‘ اس وقت پوری دنیا کی جو صورتحال ہے اور جس کا ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں اس میں یہی اسباب و عوامل کام کررہے ہیں۔

اب رہا یہ کہ اس نازک مرحلے اور انتشار کے دور میں اسلام کا پیغام کیا ہے اور کن اصولوں کے اپنانے کی اسلام تلقین کرتا ہے جن سے عالم اسلام کی اس بحرانی کیفیت میں سدھار پیدا ہو۔ تو سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم مسلمان ہیں‘ ہمارا ایمان قرآن و حدیث کی لازوال اور انمٹ تعلیمات پر ہے‘ ہمارے لئے قرآن و حدیث اور اسوۂ نبوی ہی وہ قیمتی تحفہ ہے جو حلقۂ گرداب میں پھنسی ہوئی کشتی کو ساحل تک پہنچا سکتا ہے‘ ذلت و خواری کے عمیق غار

سے نکال کر عزت وکامرانی کے اعلیٰ مراتب تک پہنچا سکتا ہے' ذلت وخواری کے عمیق غار سے نکال کر عزت وکامرانی کے اعلیٰ مراتب تک پہنچا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اسوۂ نبوی ﷺ کو اپنانے کی تاکید فرمائی ہے' چنانچہ فرمایا: "لقد کان لکم فی رسول الله اسوہ حسنة" (الاحزاب/۲۱) تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں اچھا نمونہ ہے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کو پوری دنیا میں عام کریں' سیرت نبوی کے ہر گوشے کو اجاگر کریں اور دنیا کے چپے چپے میں یہ بات پہنچادیں کہ اس بحران اور انتشار کو دور کرنے کے لئے آپ کی تعلیمات ہی واحد راستہ ہے' آپ ﷺ ہی کی سیرت طیبہ میں عام انسانوں کی صلاح وفلاح اور اثر انگیزی کا غیر معمولی سامان ہے' کیونکہ آپ ﷺ کی زندگی کا سب سے بڑا مشن اور نصب العین انسانی قدروں کا تحفظ کرنا تھا جو آپ ﷺ سے پہلے پامال و برباد کی جا چکی تھیں' چنانچہ یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہے کہ جس وقت نبی اکرم ﷺ اپنی نبوت ورسالت کا لافانی پیغام لے کر اس کارگہہ عالم میں جلوہ گر ہوئے اس وقت کی بحرانی کیفیت اور مردم بیزاری اس وقت سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی تھی' بلکہ اس وقت تو شرافت وانسانیت اور اخلاق ومروت اپنا بستر لپیٹ چکی تھی' بسیط ارضی پر ہر چہار سو یاس وناامیدی کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں' تہذیب وتمدن' شائستگی اور حسن معاشرت کی کوئی چیز نظر نہ آتی تھی' اس وقت بھی آپ ﷺ ہی کا اُسوہ کارگر ہوا' آپ ﷺ کے جلوہ افروز ہوتے ہی اس بحرانی کیفیت میں سدھار آنے لگی' برے اخلاق اور گندی خصلتوں کے خیمے اکھڑنے لگے' تشدد ظلم وبربریت' آپسی اختلاف وتنازع اور باہمی کشیدگی کی دیوار ڈھہ گئی' جب آپ ﷺ نے اپنے نورانی اخلاق وکردار' صالح وپاکیزہ زندگی اور اسلامی طرزِ معاشرت سے دنیا والوں کو روشناس کرایا تو پوری دنیا نے آپ ﷺ کی تعلیمات پر لبیک کہا اور وہی لوگ جو دنیا کی قوموں میں سب سے پست تھے دنیا والوں کے لئے معلم ومربی بن گئے' جو رہزن تھے وہ رہبر بن گئے' جن کی زندگی فسق وفجور کی نذر تھی وہ اتنے بلند ومقدس مرتبے پر فائز ہو گئے کہ صداقت وپاکیزگی کو ان کے انتساب سے شرف ہونے لگا' جو مردہ تھے وہ زندہ ہی نہیں بلکہ دوسروں کو زندگی دینے والے بن گئے۔ سچ ہے۔

خود نہ تھے جو راہ پہ اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

آپ ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی آپ کی سنت پر پوری طرح عمل کیا' انہیں آپ ﷺ کی حیات اقدس' آپ ﷺ کے حالات اور آپ ﷺ کی سیرت وصورت کو اپنے اذہان میں اس طرح محفوظ کر لیا تھا کہ ایک طرف صحت ودرستگی کا یہ انتظام وانصرام تھا کہ کسی آسمانی صحیفے

کو بھی اس طرح محفوظ نہ کیا گیا' اور وسعت و تفصیل کا یہ عالم کہ افعال و فرامین' صورت و سیرت' رفتار و گفتار' اخلاق و عادات' طرزِ زیست و معاشرت' چلنے پھرنے' اٹھنے بیٹھنے' سونے جاگنے' ہنسنے بولنے' خورد و نوش اور لباس و پوشاک کی ایک ایک ادا اور حالات و واقعات کا ایک ایک حرف ضبط کر لیا اور عملی زندگی میں ان سب کو برت کر دکھایا۔

آج بھی محسنِ انسانیت' رحمت عالم ﷺ کی کتابِ ہستی کا ایک ایک ورق مشعلِ ہدایت بن کر عالم کے سامنے ہے' رسول ﷺ آج چشم ظاہر سے گرچہ مستور ہیں' لیکن اسوہ رسول ہماری نگاہوں کے سامنے ہے' وہ قدم جن پر پیشانیاں رگڑنا ہمارے لئے اوجِ سعادت تھا آج ہماری نظروں سے اوجھل ہیں لیکن "نقشِ قدم" موجود ہیں مگر لوگ اس سے رہنمائی حاصل نہیں کررہے ہیں' یہ عملی کوتاہی ہی نہیں ذہنی افلاس کی بھی علامت ہے جو حیات طیبہ قدم قدم پر رہنما ہے اور جس کا ایک ایک جزئیہ محفوظ ہے اس کی روشنی میں ہم کوئی لائحہ عمل مرتب نہ کرسکیں اور دنیوی نقشوں میں اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے میں اپنی توانائیاں ضائع کردیں۔

آج عالم اسلام کے بحران کو ختم کرنے اور امن و سکون پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم زندگی کے ہر گوشے میں آپ ﷺ کی تعلیمات کو ملحوظ رکھیں' آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کریں' ہر شخص اپنا اپنا محاسبہ کر کے اپنی کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کرے' صحابہ کرامؓ کا حال یہ تھا کہ ہر ایک کو یہ فکر لگی ہوئی تھی کہ میرا کوئی فعل' میرا کوئی عمل' میرا کوئی قول' میری کوئی ادا اللہ تبارک تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف تو نہیں ہے۔ اور جب یہ فکر لگی ہوئی ہے تو اب جب وہ کسی دوسرے سے کوئی اصلاح کی بات کہتے ہیں تو وہ بات دل پر اثر انداز ہوتی ہے' اس سے زندگیاں بدلتی ہیں' اس سے انقلاب آتے ہیں' اور انقلاب برپا کر کے دنیا کو بھی دکھادیا۔

ہماری حالت یہ ہے کہ ہم دوسروں کو نصیحت کررہے ہیں اور خود ہمارا عمل اس پر نہیں ہے' اس لئے اولاً تو اس بات کا اثر نہیں ہوگا' اور اگر اثر ہو بھی گیا تو سننے والا جب یہ دیکھے گا کہ یہ خود تو اس کام کو کر نہیں رہے ہیں اور ہمیں نصیحت کررہے ہیں۔ اگر یہ کام اچھا ہوتا تو پہلے یہ خود عمل کرتے' اس طرح وہ بات ہوا میں اڑ جاتی ہے اور اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا' حضور اقدس ﷺ کی سیرت نے جو انقلاب برپا کیا' اور صرف ۲۳ سال کی مدت میں پورے جزیرہ عرب بلکہ پوری دنیا کی کایا پلٹ دی یہ انقلاب اس لئے آیا کہ آپ ﷺ نے جس بات کا امت کو کرنے کا حکم دیا پہلے خود اس پر اس سے زیادہ عمل کیا' اگر ہم بھی یہ طریقہ اپنالیں اور اپنے قول و عمل میں یکسانیت پیدا کرلیں' اپنے آپ کو اخلاق' ذہنی اور عملی اعتبار سے ممتاز ثابت کردیں تو یقیناً چمن کی روٹھی ہوئی بہار پلٹ کر قدموں میں آجائے گی۔